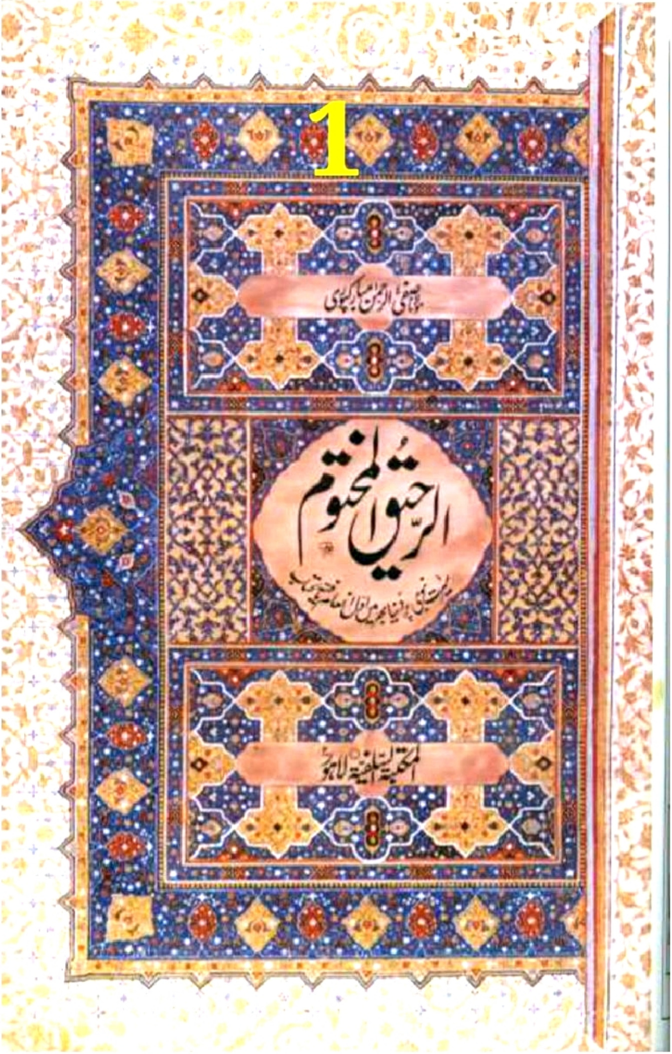

1
مولانا صفی الرحمن مبارکپوری
الرحیق المختوم
سیرت نبی پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ کتاب
المکتبۃ السلفیۃ لاہور

نئے معاشرے کی تشکیل

ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں بنو النجار کے یہاں جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے نزول فرمایا تھا اور اسی وقت فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ یہیں منزل ہو گی۔ پھر آپ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئے تھے۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

اس کے بعد نبی ﷺ کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور اس کے لیے وہی جگہ منتخب کی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ ﷺ نے اُن سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفسِ نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہو گئے۔ آپؐ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْاٰخِرَہْ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَہْ

"اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔"

یہ بھی فرماتے ؎

ھذا الحمال لا حمال خیبر ھٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْھَرْ

"یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے۔ یہ ہمارے پروردگار کی قسم زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے۔"

آپؐ کے اس طرزِ عمل سے صحابہ کرامؓ کے جوش وخروش اور سرگرمی میں بڑا اضافہ ہو جاتا تھا چنانچہ صحابہؓ کرام کہتے تھے:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ لَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

"اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی ﷺ کام کریں تو ہمارا یہ کام گمراہی کا کام ہو گا۔"

اس زمین میں مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ کچھ ویرانہ بھی تھا۔ کھجور اور غرقد کے چند درخت بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھڑوا دیں، ویرانہ برابر کرا دیا، اور کھجوروں اور درختوں کو کاٹ کر قبلے کی جانب لگا دیا۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔

دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹ اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوا دیئے گئے اور کھجور کے تنوں کے کھمبے بنا دیئے گئے۔ زمین پر ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں (چھریاں) بچھا دی گئیں۔ تین دروازے لگائے گئے۔ قبلے کی دیوار سے پچھلی دیوار تک ایک سو ہاتھ لمبائی تھی۔ چوڑائی بھی اتنی یا اس سے کچھ کم تھی۔ بُنیاد تقریباً تین ہاتھ گہری تھی۔

آپ ﷺ نے مسجد کے بازو میں چند مکانات بھی تعمیر کئے جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں اور چھتیں کھجور کے تنوں کی کڑیاں دے کر کھجور کی شاخ اور پتوں سے بنائی گئی تھی یہی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ ان حجروں کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے یہیں منتقل ہو گئے۔[1]

مسجد محض ادائے نماز ہی کے لیے نہ تھی بلکہ یہ ایک یونیورسٹی تھی جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات و ہدایات کا درس حاصل کرتے تھے اور ایک محفل تھی جس میں مدتوں جاہلی کشاکش و نفرت اور باہمی لڑائیوں سے دوچار رہنے والے قبائل کے افراد اب میل محبت سے مل جل رہے تھے۔ نیز یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس ننھی سی ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا اور مختلف قسم کی مہمیں بھیجی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔

ان سب کے ساتھ ساتھ یہ مسجد ہی ان فقراء مہاجرین کی ایک خاصی بڑی تعداد کا مسکن تھی جن کا وہاں پر نہ کوئی مکان تھا نہ مال اور نہ اہل وعیال۔

پھر اوائل ہجرت ہی میں اذان بھی شروع ہوئی۔ یہ ایک لاہوتی نغمہ تھا جو روزانہ پانچ بار اُفق میں گونجتا تھا اور جس سے پورا عالمِ وجود لرز اٹھتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کے خواب کا واقعہ معروف ہے۔ (تفصیل جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

مُسلمانوں میں بھائی چارگی

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا اہتمام فرما کر باہمی اجتماع اور میل و محبت کے ایک مرکز کو

---

[1] صحیح بخاری ۱/۷۱، ۵۵۵، ۵۶۰۔ زاد المعاد ۲/۵۶۔

وجود بخشا اسی طرح آپ ﷺ نے تاریخِ انسانی کا ایک اور نہایت تابناک کارنامہ انجام دیا جسے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کے عمل کا نام دیا جاتا ہے۔ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کُل نوّے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابتداروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگِ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ .. (۳۳:۶)

"نسبی قرابتدار بعض دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں" (یعنی وراثت میں)

تو انصار و مہاجرین میں باہمی توارُث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اور بھائی چارہ کرایا تھا جو خود باہم مہاجرین کے درمیان تھا لیکن پہلی بات ہی ثابت ہے۔ یوں بھی مہاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، وطنی اخوت اور رشتہ و قرابتداری کی اخوت کی بنا پر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے جبکہ مہاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔[۲]

اس بھائی چارے کا مقصود — جیسا کہ محمد غزالی نے لکھا ہے — یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیّت و غیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی و پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارکباد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار و غمگساری اور مُوانَست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔[۳]

چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ

---

[۲] زاد المعاد ۲/ ۵۶

[۳] فقہ السیرہ ص ۱۴۰، ۱۴۱

نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعدؓ بن ربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا: "انصار میں مَیں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ کر (آدھا لے لیں) اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند ہو مجھے بتا دیں مَیں اُسے طلاق دے دوں اور عدت گذرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر لیں۔" حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے۔ آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے؟" لوگوں نے انہیں بنو قَینُقَاع کا بازار بتلا دیا۔ وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ فاضل پنیر اور گھی تھا۔ اس کے بعد وہ روزانہ جاتے رہے۔ پھر ایک دن آئے تو اُن پر زردی کا اثر تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا "یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا مَیں نے شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "عورت کو مہر کتنا دیا ہے؟" بولے ایک نواۃ (گٹھلی) کے ہم وزن (یعنی کوئی سوا تولہ) سونا۔[۴]

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت آئی ہے کہ انصار نے نبی ﷺ سے عرض کیا "آپؐ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ہمارے کھجور کے باغات تقسیم فرما دیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں۔" انصار نے کہا "تب آپ لوگ یعنی مہاجرین ہمارا کام کر دیا کریں اور ہم پھل میں آپ لوگوں کو شریک رکھیں گے۔" انہوں نے کہا "ٹھیک ہے ہم نے بات سنی اور مانی۔"[۵]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انصار نے کس طرح بڑھ چڑھ کر اپنے مہاجر بھائیوں کا اعزاز و اکرام کیا تھا اور کس قدر محبّت، خلوص، ایثار اور قربانی سے کام لیا تھا اور مہاجرین ان کی اس کرم و نوازش کی کتنی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کا کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان سے صرف اتنا ہی حاصل کیا جس سے وہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کی کمر سیدھی کر سکتے تھے۔

اور حق یہ ہے کہ یہ بھائی چارہ ایک نادر حکمت، حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سارے مسائل کا ایک بہترین حل تھا۔

اسلامی تعاون کا پیمان

مذکورہ بھائی چارے کی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک اور عہد و پیمان کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش

---

[۴] صحیح بخاری: باب اخاء النبی ﷺ بین المہاجرین والانصار ۱/ ۵۵۳

[۵] ایضاً باب اذا قال اکفنی مؤنۃ النخل ۱/ ۳۱۲

اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھا دی اور دورِ جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ ذیل میں اس پیمان کو اس کی دفعات سمیت مختصراً پیش کیا جارہا ہے۔

یہ تحریر ہے محمد نبی ﷺ کی جانب سے قریشی، یثربی اور ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ لاحق ہونے اور جہاد کرنے والے مومنین اور مسلمانوں کے درمیان کہ:

۱۔ یہ سب اپنے ماسوا انسانوں سے الگ ایک امت ہیں۔

۲۔ مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور مومنین کے درمیان معروف اور انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ دیں گے اور انصار کے تمام قبیلے اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور ان کا ہر گروہ معروف طریقے پر اور اہل ایمان کے درمیان انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرے گا۔

۳۔ اور اہل ایمان اپنے درمیان کسی بیکس کو فدیہ یا دیت کے معاملے میں معروف طریقے کے مطابق عطاء و نوازش سے محروم نہ رکھیں گے۔

۴۔ اور سارے راست باز مومنین اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا یا اہل ایمان کے درمیان ظلم اور گناہ اور زیادتی اور فساد کی راہ کا جویا ہوگا۔

۵۔ اور یہ کہ ان سب کے ہاتھ اس شخص کے خلاف ہوں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل کرے گا اور نہ ہی کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

۷۔ اور اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا، ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔

۸۔ جو یہود ہمارے پیروکار ہو جائیں، ان کی مدد کی جائے گی اور وہ دوسرے مسلمانوں کے مثل ہوں گے۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف تعاون کیا جائے گا۔

۹۔ مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

۱۰۔ مسلمان اس خون میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے جسے کوئی فی سبیل اللہ بہائے گا۔

۱۱۔ کوئی مشرک قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ کسی مومن کے آگے اس

کی حفاظت کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔

۱۲۔ جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہو گا، اس سے قصاص لیا جائے گا۔ سوائے اس صورت کے کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

۱۳۔ اور یہ کہ سارے مومنین اس کے خلاف ہوں گے۔ ان کے لیے اس کے سوا کچھ حلال نہ ہوگا کہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔

۱۴۔ کسی مومن کے لیے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے (یا بدعتی) کی مدد کرے اور اسے پناہ دے، اور جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا، اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہو گا اور اس کا فرض و نفل کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

۱۵۔ تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رُونما ہو گا اسے اللہ عزّوجل اور محمّد ﷺ کی طرف پلٹایا جائے گا۔[۱]

معاشرے پر معنویات کا اثر

اس حکمتِ بالغہ اور اس دُور اندیشی سے رسول اللہ ﷺ نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں اُستوار کیں لیکن معاشرے کا ظاہری رُخ درحقیقت ان معنوی کمالات کا پَرتو تھا جس سے نبی ﷺ کی صحبت و ہم نشینی کی بدولت یہ بزرگ ہستیاں بہرہ ور ہو چکی تھیں۔ نبی ﷺ ان کی تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے تھے اور انہیں محبّت و بھائی چارگی، مجد و شرف اور عبادت و اطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

ایک صحابیؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ (یعنی اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو۔"[۲]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مَیں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ جب میں نے آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر آپؐ نے پہلی بات جو ارشاد فرمائی

---

[۱] ابن ہشام ۱/۵۰۲، ۵۰۳ [۲] صحیح بخاری ۱/۶، ۹

وہ یہ تھی: "اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔"[۸]

آپ ﷺ فرماتے تھے: "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون و محفوظ نہ رہے۔"[۹]

اور فرماتے تھے "مُسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"[۱۰] اور فرماتے تھے: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"[۱۱]

اور فرماتے تھے: "سارے مومنین ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔"[۱۲]

اور فرماتے: "مومن، مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔"[۱۳]

اور فرماتے: "آپس میں بُغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے اُوپر چھوڑے رہے۔"[۱۴]

اور فرماتے: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے؛ اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (برآری) میں کوشاں ہوگا اللہ اس کی حاجت (برآری) میں ہوگا؛ اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی غم اور دُکھ دُور کرے گا اللہ اس شخص سے روزِ قیامت کے دُکھوں میں سے کوئی دُکھ دُور کرے گا؛ اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔"[۱۵]

اور فرماتے: "تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو تم پر آسمان والا مہربانی کرے گا۔"[۱۶]

---

[۸] ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ۱/۱۶۸

[۹] صحیح مسلم، مشکوٰۃ ۲/۴۲۲ [۱۰-۱۱] صحیح بخاری ۱/۶ [۱۲] مسلم، مشکوٰۃ ۲/۴۲۲

[۱۳] متفق علیہ، مشکوٰۃ ۲/۴۲۲ - صحیح بخاری ۲/۸۹۰ [۱۴] صحیح بخاری ۲/۸۹۶

[۱۵] متفق علیہ، مشکوٰۃ ۲/۴۲۲ [۱۶] سنن ابی داؤد ۲/۳۳۵ - جامع ترمذی ۲/۱۴

اور فرماتے: "وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھا لے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے"۔[۱۷]

اور فرماتے "مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مار کاٹ کرنا کفر ہے"۔[۱۸]

اسی طرح آپ ﷺ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔[۱۹]

نیز آپ ﷺ صدقے اور خیرات کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ایسے ایسے فضائل بیان فرماتے تھے کہ اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے چلے جائیں، چنانچہ آپ فرماتے کہ صدقہ گناہوں کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔[۲۰]

اور آپ ﷺ فرماتے کہ جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنا دے اللہ اُسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے اللہ اُسے جنت کی مُہر لگی ہوئی شرابِ طہور پلائے گا۔[۲۱]

آپ ﷺ فرماتے: "آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے، اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے"۔[۲۲]

اور اسی کے پہلو بہ پہلو دوسری طرف آپ مانگنے سے پرہیز کی بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے، صبر و قناعت کی فضیلتیں سناتے اور سوال کرنے کو سائل کے چہرے کے لیے نوچ، خراش اور زخم قرار دیتے۔[۲۳] البتہ اس سے اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیا جو حد درجہ مجبور ہو کر سوال کرے۔

اسی طرح آپ ﷺ یہ بھی بیان فرماتے کہ کن عبادات کے کیا فضائل ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا کیا اجر و ثواب ہے؟ پھر آپ پر آسمان سے جو وحی آتی آپ اس سے مسلمانوں کو بڑی پختگی کے ساتھ مربوط رکھتے۔ آپ ﷺ وہ وحی مسلمانوں کو پڑھ کر سناتے اور

---

[۱۷] شعب الایمان للبیہقی مشکوٰۃ ۲/۴۲۴ [۱۸] صحیح بخاری ۲/۸۹۳

[۱۹] اس مضمون کی حدیث صحیحین میں مروی ہے مشکوٰۃ ۱/۱۲، ۱۶۷

[۲۰] احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ۔ مشکوٰۃ ۱/۱۴

[۲۱] سنن ابی داؤد، جامع ترمذی۔ مشکوٰۃ ۱/۱۶۹ [۲۲] صحیح بخاری ۱/۱۹۰، ۲/۸۹۰

[۲۳] دیکھئے ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، دارمی۔ مشکوٰۃ ۱/۱۶۳

مسلمان آپؐ کو پڑھ کر سناتے تاکہ اس عمل سے ان کے اندر فہم و تدبر کے علاوہ دعوت کے حقوق اور پیغمبرانہ ذمّہ داریوں کا شعور بھی بیدار رہے۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی اخلاقیات بلند کیں، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلندترین اقدار و کردار کا مالک بنایا، یہاں تک کہ وہ انسانی تاریخ میں انبیاء کے بعد فضل و کمال کی سب سے بلند چوٹی کا نمونہ بن گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو طریقہ اختیار کرنا ہو وہ گذرے ہوئے لوگوں کا طریقہ اختیار کرے کیونکہ زندہ کے بارے میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ وہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھی تھے۔ اس امت میں سب سے افضل، سب سے نیک دل، سب سے گہرے علم کے مالک اور سب سے زیادہ بے تکلف۔ اللہ نے انہیں اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب کیا، لہٰذا ان کا فضل پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اور جس قدر ممکن ہو ان کے اخلاق اور سیرت سے تمسک کرو کیونکہ وہ لوگ ہدایت کے صراطِ مستقیم پر تھے۔[۲۴]

پھر ہمارے پیغمبرِ اعظم ﷺ خود بھی ایسی معنوی اور ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجد و فضائل، مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال سے متصف تھے کہ دل خودبخود آپؐ کی جانب کھنچے جاتے تھے اور جانیں قربان ہُوا چاہتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی زبان سے جو نہی کوئی کلمہ صادر ہوتا صحابہ کرام اس کی بجا آوری کے لیے دوڑ پڑتے اور رشد و ہدایت و رہنمائی کی جو بات آپؐ ارشاد فرما دیتے اسے حرزِ جان بنانے کے لیے گویا ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی بازی لگ جاتی۔

اس طرح کی کوششوں کی بدولت نبی ﷺ مدینے کے اندر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوگئے جو تاریخ کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکالا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا۔

اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند و بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوتے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا مقابلہ کرکے اس کا رُخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

---

[۲۴] رزین، مشکوٰۃ ۱/ ۳۲